مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوّت کراچی

اپنے آپ کو
حسد سے بچاؤ، کہ حسد
نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے
جس طرح آگ لکڑیوں کو بھسم
کر دیتی ہے —

حدیث رسولؐ

جلد نمبر ۲

۱۳ تا ۱۹ جنوری ۸۴ء / ۸ تا ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

شمارہ ۳۱

خصائل نبوی
برشمائل ترمذی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ذکر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

باب: ما جاء فی قدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ذکر۔

فائدہ۔ پیالہ سے مراد جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے جس سے پانی تناول فرماتے تھے۔

۱۔ حدثنا الحسین بن الاسود البغدادی، حدثنا عمرو بن محمد حدثنا عیسیٰ بن طہمان عن ثابت قال اخرج الینا انس بن مالک قدح خشب غلیظاً مضبباً بحدید فقال یا ثابت ھذا قدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پترے لگ رہے تھے نکال کر دکھلایا اور فرمایا کہ اے ثابت یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

فائدہ۔ کہتے ہیں کہ حضرت نضر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا تھا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ میں اس پیالہ سے پانی بھی پیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور پیالہ تھا۔

۲۔ حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا حماد بن سلمۃ حدثنا حمید و ثابت عن انس قال لقد سقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھذا القدح الشراب کلہ الماء والنبیذ والعسل واللبن۔

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ سے پینے کی سب انواع پانی، نبیذ، شہد، دودھ، سب چیزیں پلائی ہیں۔

فائدہ۔ نبیذ یہ کہلاتی ہے کہ کھجور، کشمش وغیرہ پانی میں بھگو دی جائے۔ اور جب اس کا اثر اچھی طرح آ جائے تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے۔ مقوی اور مفرح ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شب کو کھجوریں وغیرہ بھگو دی جاتی تھیں۔ اور صبح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرما لیتے۔ اور کبھی دوسرے دن تک بھی جب تک اس میں نشہ کا اندیشہ نہ ہوتا تھا کام میں لایا جاتا تھا۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر

مولانا بدیع الزمان

مولانا منظور احمد الحسینی

فی پرچہ :- ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ ———— ۶۰ روپیہ

ششماہی ———— ۳۵ روپیہ

سہ ماہی ———— ۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب ———— ۲۱۰ روپیہ

کویت، اومان، شارجہ دوبئی، اردن اور

شام ———— ۲۲۵ روپیہ

یورپ ———— ۲۹۵ روپیہ

آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا ———— ۲۷۰ روپیہ

افریقہ ———— ۲۱۰ روپیہ

افغانستان، ہندوستان ———— ۱۶۵ روپیہ

فون نمبر

رابطہ دفتر

دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی ۳

ناشر :- عبدالرحمٰن یعقوب باوا

طابع :- کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی

مقام اشاعت :- 2/A سانرو مینشن ایم اے جناح روڈ کراچی

فہرست

۱۔ خصائل نبوی

حضرت شیخ الحدیث ۲

۲۔ ابتدائیہ

جناب عبدالرحمٰن باوا ۵

۳۔ مسکت جواب

حضرت مولانا تاج محمد صاحب ۷

۴۔ مرزا کی ایک پیش گوئی

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر ۹

۵۔ کاروان ختم نبوت

مولانا منظور احمد الحسینی ۱۱

۶۔ محبت رسول

مولانا محمد اقبال رنگونی ۱۲

۷۔ جمیعۃ العلماء کا فتویٰ ۱۵

۸۔ مولانا عبدالرحمٰن میانوی مرحوم

انور سدید ۱۶

۹۔ نماز کی عظمت

مولانا محمد منظور نعمانی ۲۱

شعبۂ کتابت :- حافظ عبدالستار واحمدی، غلام زینب تبسم

مجلۃ اسلامیۃ کاملۃ الاقوالی ہفت روزہ ختم نبوت

تار کا پتہ
شاہین کراچی

ٹیلیکس
۲۷۱۹

پاک شاہین کنٹینر سروس لمیٹڈ

الحمدللہ پاکستان میں پہلا کنٹینر ٹرمینل ہے جو نجی کاروباری شعبے میں قائم ہوا ہے ملک کی درآمدات و برآمدات نہایت عمدہ کارکردگی کے ساتھ بذریعہ کنٹینر حمل و نقل ہوتے ہیں، جہاز راں کمپنیاں اور تاجر ہماری خدمات حاصل کریں سمندر اور کراچی پورٹ ٹرسٹ کی تمام سہولتیں حاصل ہیں

فون: ۲۷۱۸۴۲، ۲۷۱۸۹۴، ۲۷۱۸۴۰

پاک شاہین کنٹینر سروس لمیٹڈ

پلاٹ نمبر ۲۴/۲۷ ٹمبر پونڈ کیماڑی کراچی

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام

علی من لا نبی بعدہ

رقص وسرود کی محفلیں کب تک؟

سال نو کے جشن کے نام پر برپا ہونے والی رقص وسرود کی محفلوں کے بارے میں ایک اخباری رپورٹ ملاحظہ فرمائیے:۔

" کراچی ۳۱۔ دسمبر (وقائع نگار) شہر کے سیکڑوں نوجوانوں، بے فکرے دولت مندوں اور بعض سرکاری افسروں نے آج شب بارہ بجے بتی گل کرکے مغرب کے انداز میں نئے سال کو خوش آمدید کہا اور "ہیپی نیوائر" کے گیت گائے۔ شہر کے تمام بڑے اور فائیو اسٹار ہوٹلوں میں آج سال نو کی تقریبات منعقد ہوئیں جن میں موسیقی کے پروگرام، رقص اور عشائیے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ رات گئے تک شہر کی سڑکوں پر نوجوانوں کی ٹولیاں غول کی شکل میں ہارن بجاتے ہوئے گھومتی رہیں۔ ایک اندازے کے مطابق سال نو کے جشن میں کئی لاکھ روپے لٹائے گئے۔ اس موقع پر ہوٹلوں کے بیروں، ایکسائز کے عملے اور پولیس والوں کی بن آئی، سال نو کے جشن کی تقریبات کے ٹکٹ فروخت کرنے کے لیے مقامی فائیو اسٹار ہوٹلوں نے اخبارات میں اشتہارات دیئے۔ جس میں طرح طرح کی ترغیبات دی گئی تھیں۔ سنہ ۱۹۸۴ء کا استقبال کرنے کے لیے سب سے مہنگی تقریب انٹرکان میں منعقد ہوئی، جس کی ایک جوڑے کے لیے ٹکٹ کی شرح داخلہ ایک ہزار روپے رکھی گئی تھی۔ جہاں تقریب میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر گلوکارہ لنڈی جان کو سنگاپور سے بلایا گیا تھا باقی ہوٹلوں میں سال نو کی تقریب کی تفصیلات یہ ہیں: "تاج محل ہوٹل دو سو جوڑوں کا انتظام شرح داخلہ ٹکٹ فی جوڑا ۶۵۰/- روپے۔ بیچ لگژری ہوٹل "ٹامکن" کے ٹائٹل سے بغیر وقفے کے موسیقی کا پروگرام شرح ٹکٹ داخلہ ۷۵۰/- روپے ہوٹل مہران عشائیہ اور رقص شرح ٹکٹ کا اعلان نہیں کیا گیا۔ ایئرپورٹ ہوٹل شرح داخلہ پانچ سو روپے۔ پلازہ انٹرنیشنل صرف جوڑوں کے لیے ہوٹل کولمبس سال نو کا پروگرام اور موسیقی ٹاشو آڈیٹوریم انگریزی گیت اور ورائٹی پروگرام .... اس کے علاوہ شہر کے مختلف چھوٹے ہوٹلوں، آڈیٹوریم اور پرائیویٹ کلبوں میں بھی سال نو کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

(روزنامہ نوائے وقت کراچی مورخہ یکم جنوری ۱۹۸۴ء)

اس خبر پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر بننے والے ملک اور ایسے دور میں ہو رہا ہے جب کہ حکومت اسلام کے نفاذ کے لیے سرگرم عمل ہے۔ ان فیشن ایبل ہوٹل والوں نے رقص و سرود کی محفلیں سجا کر نہ صرف ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں میں بگاڑ پیدا کیا ہے بلکہ شریعتِ اسلام کی رُو سے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس سلسلے میں کراچی کے دو وکلاء کا بیان بھی نظر سے گذرا ہے جس میں انہوں نے وفاقی محتسب اعلیٰ سے ان ہوٹل مالکان کے خلاف قانونی کارروائی کی اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ۱۹۷۷ء میں جب کہ نفاذ اسلام کی کوشش شروع کرتے ہی حکومت نے ملک بھر کے نائٹ کلبوں، بال روم اور ڈانسنگ ہال بند کرا کے رقص و سرود کی محفلوں کو ممنوع قرار دے چکی ہے اور اب یہ رقص و سرود کی محفلوں کے انعقاد نے حکومت کی پابندی کا بھی مذاق اڑایا ہے

افسوس تو اس بات کا ہے کہ مغرب کے پرستاروں نے ۳۱ دسمبر کی رات کو جوڑے کی شکل میں رنگ رلیاں منا کر خوب گلچھرے اڑائے حتیٰ کہ رات بارہ بجے بتی گُل کرنے میں عار محسوس نہیں کیا۔

ہم حیران و ششدر ہیں کہ رقص و سرود کی غیر قانونی اور غیر اسلامی محفلیں سجانے والوں نے باقاعدہ مقامی اخبارات میں اشتہارات شائع کرائے اور جس طرح ان ہیجان انگیز اشتہارات کے ذریعے نوجوان جوڑوں کو دعوت گناہ دی گئی وہ کسی بھی صورت میں قابل معافی نہیں ہو سکتی۔ ان اشتہارات کو پڑھ کر مسلمانوں کے جذبات شدت سے متاثر ہوئے ہیں اور دل دکھ رہا ہے کہ آج مملکت خدا داد پاکستان غیر اسلامی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔

ہمارے نزدیک ان محفلوں کا انعقاد سوائے عیسائیت کے پرچار کے اور کچھ نہیں۔ اس نئے سال سے ہمارا مذہبی طور پر کیا واسطہ۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا تعلق ہجری کیلنڈر سے ہے۔

اس سلسلے میں ہم حکومت سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ آخر یہ رقص و سرود کی محفلیں کب تک جاری رکھنے کی اجازت دی جاتی رہے گی۔ ہم حکومت کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارا مذہب ایسی محفلوں کے انعقاد کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ فیشن ایبل ہوٹل والے دراصل نئے سال کے جشن کی آڑ میں فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ آئندہ اس طرح کی محفلیں منعقد کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور فوری طور پر ان محفلوں کا انعقاد کرانے والوں اور انعقاد میں مدد کرنے والی انتظامیہ کے افسروں سے باز پرس کی جائے۔ ہمارا ملک لاکھوں روپے کے ضیاع کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

عبدالرحمن یعقوب باوا

ایک لاہوری مرزائی کا

خلیفہ ثانی قادیاں کو مسکت جواب

حضرت مولانا تاج محمد صاحب مدرس قاسم العلوم فقیروالی

اس وقت ہمارے سامنے مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کی تصنیف "القول الفصل" مطبوعہ ۲۰، جنوری ۱۹۱۵ء (جو انہوں نے خواجہ کمال الدین کے رسالہ "اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب" کے جواب میں لکھی تھی) کا صفحہ ۱۵-۱۶ کھلا ہے. ان صفحات پر خلیفہ قادیان نے اجرائے نبوت پر ایک انوکھی سی مثال تحریر کی ہے. اس کا جواب لاہوری مرزائیوں کے ادارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ایک باثر سرگرم رکن شکر اللہ خان صاحب منصور بی اے ایل ایل بی نے اپنی مشہور کتاب "قول سدید" کے صفحہ نمبر ۳۸۴-۳۸۵ پر دیا ہے. دونوں کتابیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں. دونوں طرف سے ان کی ہی تحریریں بولتی ہیں.

خلیفہ قادیان "القول الفصل" کے صفحہ ۱۵-۱۶ پر تحریر کرتے ہیں.

"پہلے نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا استاد نہیں ہوا، جس کی شاگردی میں نبوت مل سکے. اس لئے پہلے نبیوں کی امت سے لوگ ایک حد تک پہلے نبی کی تربیت کے نیچے ترقی پاتے پاتے رک جاتے تھے.... لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا اور آپ نے استادی کا ایسا اعلیٰ درجہ حاصل کر لیا. کہ آپ اپنے شاگردوں کو اس امتحان میں کامیاب کرا سکتے ہیں. اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بعض لوگ خود ایم اے ہوتے ہیں، لیکن ان کی لیاقت ایسی اعلیٰ نہیں ہوتی کہ ایم اے کی جماعت کو پڑھا سکیں. اور بعض ایم اے ایسے لائق ہوتے ہیں کہ ان کا علم اور درجہ استادی ایسا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ ایم اے کی جماعت کو خوب پڑھا سکتے ہیں. اسی طرح پچھلے نبیوں کی مثال سمجھ لو. وہ اپنے اپنے رنگ میں باکمال تھے. بزرگ تھے. نبی تھے. لیکن ان میں سے ایک نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مقام کو نہ پایا. اس لئے ان کے مدرسہ کا آخری امتحان نبوت نہ تھا بلکہ ولایت تھا..... لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ کو ایسا درجہ استادی ملا. کہ آپ کے مدرسہ کو کالج تک بڑھا دیا گیا اور آپ کی شاگردی میں انسان نبی بھی بن سکتا ہے.... بلکہ دنیا میں وہ استاد ظاہر ہو چکا تھا جو اپنے علم اور عقل کے زور سے اعلیٰ سے اعلیٰ امتحانوں میں لوگوں کو پاس کرا سکتا تھا. اور الہٰی یونیورسٹی کی تعلیم ایسے اعلیٰ پیمانہ پر ترقی پا چکی تھی"!

"قول سدید" کے مصنف شکر اللہ خان صاحب منصور خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد کے مندرجہ بالا استدلال کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "میاں صاحب (مرزا محمود احمد) نے اس تحریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظمت کو دوسرے نبیوں کے بالمقابل بہت ہی بلند اور روشن تر دکھلایا جا رہا ہے. دوسرے نبیوں کے صرف مدرسے تھے، جن کا امتحان صرف ولایت تھا. کیونکہ ان کا "درجہ استادی" ایسا اعلیٰ نہیں تھا. لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدرسے کی بجائے کالج کھول دیا. اور الہٰی یونیورسٹی قائم کر دی. جس کا امتحان نبوت ہے. کیونکہ آپ کو بہت اعلیٰ "درجہ استادی" حاصل ہے. دوسرے نبی بھی بطور مثال گو ایم. اے تھے. مگر وہ ایم اے کی جماعت کو پڑھانے کے لائق نہیں تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور درجہ استادی ایسا بڑھا ہوا ہے کہ آپ ایم اے کی جماعت کو خوب پڑھا سکتے ہیں، اس تمام تعریف و توصیف اور مدح و ثناء سے لازماً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ قادیان مکرم کا یہ بیان دلائل و واقعات سب اسی طرح صحیح ہے. تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی کی برکت میں

اس "کالج اور یونیورسٹی" سے گزشتہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں جب سے یہ کالج اور یونیورسٹی شروع ہوئی یقیناً ہزاروں لاکھوں شاگردان رشید امتحان نبوت پاس کر کے نکلے ہوں گے. کیونکہ اس طویل عرصہ میں کروڑوں اربوں فلاح اور کامیابی کے پروانے انسان اس "الٰہی یونیورسٹی" کی شمع پر نثار ہونے کے لئے داخل ہوئے اور ہوتے رہے. استاد بھی ایسا باکمال کہ اعلےٰ سے اعلےٰ امتحانوں میں پاس کرانے کے قابل، درایں صورت کون بے وقوف یہ گمان کر سکتا ہے کہ عالم انسانی کے کونے کونے سے تلامذہ اٹھ اٹھ کر اس "کالج" "یونیورسٹی" اور "اعلےٰ درجہ استادی" کے زیر تعلیم آئیں. مگر اس کے "امتحان خاص" میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہوں، جماعتوں کی جماعتیں سالہا سال اس کالج اور یونیورسٹی اور درجہ استادی کی شمع فروزاں کی تعلیم پر نثار ہوتی رہیں. مگر ناکام و نامراد رہیں".

"اب ہم میاں صاحب مکرم (یعنی مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان) سے یہ چیز دریافت کریں. سب سے پہلے اس شاگردی میں جو متعلمین آئے جو آپ کے ساتھ آپ کے اپنے شہروں اور قبیلوں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی آبادیوں میں پیدا ہوئے، آپ کے ساتھ زندہ رہے. اور آپ کے ساتھ اس جہان سے رخصت ہوئے، شب و روز سالہا سال آپ کی استادی کے زیر تعلیم و تربیت رہے. اور ایسی ایسی بے نظیر عدیم المثال قربانیاں اور جانفشانیاں بتائید رسول مقبول ﷺ دکھلائیں کہ دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے. انہوں نے اس عظیم استاد کی اطاعت میں اپنے جان و مال کو، عزیزو اقارب کو، باپوں کو، بیٹوں کو، بھائیوں اور رشتہ داروں کو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح بے دریغ ذبح کروا ڈالا. ہر مال و متاع دنیا کو خس و خاشاک کی طرح نظر سے گرادیا. زبان کی کہاں طاقت اور قلم کی کہاں مجال ہے کہ ان بزرگ ہستیوں نے جاں نثاری اور جاں فروشی، اطاعت اور فرمانبرداری کے جو جوہر اور کرشمے دکھائے ان کو اپنے احاطہ بیان میں لا سکے، انہوں نے اس بلند مرتبہ استاد کی اتباع اور حفاظت و تائید میں زہر آلود تیروں سے سینے چھلنی کروائے. ہلاکت خیز نیزوں کی انیوں سے اپنے جسم کے رونگٹے رونگٹے پر زخم کھائے. اپنے سر، دھڑ اور بازو دشمنوں کی شمشیروں، صمصاموں سے بڑھ بڑھ کر کٹوائے. خدا ان پر اپنی رحمتوں کی بے شمار بارش برسائے، یہ اس کے صحابہ عظام و کرام تھے. جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا الٰہی سرٹیفکیٹ اپنی کلام پاک میں درج فرمایا. اور فرمایا کہ ان کے "اعظم درجتاً" ہیں. یہ وہ مردان حق پرست تھے جنہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے اور ان کے لئے باعث رشک بنے. اور ان سب کے سرتاج وہ چار رجال عظیم اور جلیل القدر ہیں، جن میں ایک حضرت ابوبکرؓ ہیں، جن کو صدیق کہتے ہیں. ایک حضرت عمرؓ ہیں، جن کے متعلق اس استاد کامل نے فرمایا **لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب**. ایک حضرت عثمانؓ ہیں جن کو "ذوالنورین" کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے. اور ایک حضرت علیؓ ہیں جن کو مرتضیٰ اور شیر خدا کے خطابات سے یاد کیا گیا ہے. اور جن کے متعلق اس استاد بلند درجہ نے فرمایا. **انا مدینۃ العلم وعلی بابہا** پس ہم میاں صاحب مکرم (مرزا محمود احمد خلیفہ قادیاں) سے بصد ادب و نیاز پوچھتے ہیں کہ

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شاگردی اور درجہ استادی. کالج اور یونیورسٹی ان تمام شاگردان رشید کو "امتحان نبوت" میں پاس کرا سکی؟

اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ کیا ان سے کسی ماں نے کسی ایسے انسان کو جنم دیا جس نے قربانی اور سرفروشی. اطاعت و فرمانبرداری کا ایسا نمونہ دکھایا جیسا اس استاد ارفع مقام کے وہ شاگرد دکھلا گئے؟

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی. درجہ استادی. کالج اور یونیورسٹی ان شاگردان عظیم و جلیل کے کسی کام نہ آئی. جو تمام عمر دن رات اس عظیم استاد کی چشمہائے حق نما کے سامنے رہے. اس کے ایک ایک لفظ پر ہوا و ہوس کو فنا کر دیا. اور اس کے اشارہ اشارہ پر مال و منال چشم بند ہو کر پرکاہ کی طرح اڑادیا. لیکن میاں صاحب (خلیفہ قادیان) کے نزدیک وہ سب کے سب بلا استثنیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استادی کالج اور یونیورسٹی کے امتحان خاص میں فیل ہوئے اور ناکام رہے.

بعد ازاں تیرہ سو سال میں وہ ہزاروں لاکھوں شاگردان باکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند مقام استادی کے کالج اور یونیورسٹی میں داخل ہوئے جن کو ہم اولیاء، مجددین اور محدثین کہتے ہیں، ہم صاحب مکرم (مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان) سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس تمام گروہ عظیم و کثیر میں سے کسی ایک شاگرد کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ استادی، کالج اور یونیورسٹی اپنے امتحان نبوت میں پاس کرا سکی؟ ان میں سے کوئی ایک بھی اس کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہو سکا؟ جناب میاں صاحب مکرم (خلیفہ قادیان) "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۲۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں "پہلے کوئی نبی ہونے کے لائق نہ تھا" مطلب یہ کہ گزشتہ تیرہ سو سال کے بشمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

باقی صفحہ ۱۰ پر

تحریر:۔ علامہ عبدالرحیم صاحب اشعر

مرزا غلام احمد کی ایک پیشگوئی

جو دیگر پیشگوئیوں کی طرح پوری نہ ہوئی

مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں :۔

"بدخیال لوگوں کو واضح رہے کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۸)

"۷، جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے دو نام ہوں گے

(۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب

یہ ہر دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے۔

غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لیے ایک نشان ہو گا۔ بشیر الدولہ کہلائے گا۔ اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہو گا، عالم کباب کے نام سے موسوم ہو گا۔"

(تذکرہ ص۶۱۵ طبع دوم)

"۸، جون ۱۹۰۶ء اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام اور ہیں ایک شادی خاں کیونکہ وہ اس جماعت (قادیانیہ) کے لیے شادی کا موجب ہو گا۔ دوسرے کلمۃ اللہ خاں، کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہو گا۔ جو ابتداء سے مقرر تھا اس زمانہ میں پورا ہو جائے گا۔

اور مقدر ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے۔ جب تک یہ پیشگوئی پوری ہو اور گذشتہ الہام اے ورڈ اینڈ ٹو گرلز اس پیش گوئی کو بیان کرتا ہے جس کے معنی ایک کلمہ اور دو لڑکیاں کیونکہ میاں منظور محمد کی دو لڑکیاں ہیں اور جب کلمۃ اللہ پیدا ہو گا تب یہ بات پوری ہو جائے گی ایک کلمہ۔ اور دو لڑکیاں۔"

(تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا

طبع ۲ ص ۶۱۶

۱۹ جون ۱۹۰۶ء میاں منظور محمد صاحب کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہو گا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) کلمۃ العزیز (۲) کلمۃ اللہ خان (۳) وارڈ (۴) بشیر الدولہ (۵) شادی خاں (۶) عالم کباب (۷) ناصر الدین (۸) فاتح الدین (۹) ہذا یوم مبارک۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے مرید میاں منظور کے گھر میں پیدا ہونے والے لڑکے کے ۹ نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے اور یہ بھی بتایا گیا۔ اس لڑکے کی والدہ محمدی زندہ رہے گی۔ جس سے منظور محمد کی دو لڑکیاں تھیں۔

قدرت خداوندی ملاحظہ فرمادیں کہ یہ نو نام والا لڑکا جننے والی محمدی بیگم وفات پا گئی اس پر مرزائی امت پریشان ہے۔ (ملاحظہ فرمادیں البشریٰ جلد دوم ص۱۱۶)

مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ہماری پیش گوئی پوری ہوئی تو ہم سچے اور اگر جھوٹی ہوئی تو ہم جھوٹے۔ اب مرزا جی کا اپنا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمادیں۔

(۱) "کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر

رسوائی ہے۔"

(آئینہ کمالات صہ ۵۲۵)

ضمیمہ طبع ربوہ ۳۰۔ طبع لاہور۔

نیز مرزا صاحب نے لکھا ہے۔

(۲) "جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس کا اعتبار نہیں رہتا۔"

(چشمہ معرفت صہ ۲۲۲)

قارئین کرام! مرزا غلام احمد نے اپنے مرید کو خوش کر دیا کہ لڑکا ایک ہوگا نام اس کے ۹ ہوں گے۔ دشمنوں کے لیے وبال اور عذاب ہوگا اور اپنی جماعت کے لیے اقبال اور فتح مندی اور شادی کا باعث ہوگا مگر افسوس کہ وہ ماں ہی مرگئی حالانکہ مرزا کے ملہم نے فرمایا تھا۔

"وہ زندہ رہے گی"

جب وہ زندہ نہ رہی تو لڑکا کہاں سے پیدا ہوتا معلوم ہوا، مرزا قادیانی جھوٹا تھا خدا نے اسے جھوٹا کیا

بقیہ۔ کاروان ختم نبوت

ہوا اور کافی تعداد میں مسلمان جامع مسجد میں آئے ان کے سامنے قادیانیت کی نقاب کشائی کی گئی اور ان میں لٹریچر تقسیم کیا گیا ان میں سے کچھ لوگ دوسرے ہی دن اپنا سامان لے کر واپس چلے گئے اور دیگر نے وعدہ کیا کہ ہم قادیانیت کا مطالعہ کریں گے اور مجلس کے دفاتر سے رابطہ رکھیں گے۔

کانفرنس کے کل نو اجلاس ہوئے جب کہ خطبۂ صدارت مولانا محمد شریف جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس نے کیا ان اجلاسوں میں مجلس کے مبلغین کے علاوہ شیعہ، اہل حدیث، دیوبندی بریلوی تمام مکاتب فکر کے علماء نے خطاب کیا۔

گوجرانوالہ سے حافظ محمد ثاقب انچارج دفتر ختم نبوت لکھتے ہیں کہ گذشتہ دنوں شہر کے مشرقی علاقہ "چک جگن" کے ایک قادیانی نے مسلمانوں کو چیلنج دیا۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ نے چیلنج قبول کرتے ہوئے مرزا غلام احمد کے دعاوی، اس کے کردار کے موضوع پر قادیانیوں کے ساتھ ایک مباحثہ کا پروگرام بنایا۔ مجلس کے مقامی زون کے مبلغ حضرت مولانا چوہدری محمد خلیل نے آغاز مباحثہ میں مرزا غلام احمد کی تحریف قرآن پر گفتگو شروع کی۔ عین موقع پر مرزائی ٹولہ نے طے شدہ اقرارنامہ کے مطابق گفتگو سے انکار کر دیا۔

واضح رہے کہ اس علاقے میں قادیانیوں نے گمراہ کن پروپیگنڈا اور ارتداد کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ علاقہ کے لوگوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیوں کو سراہتے ہوئے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

بقیہ مسکت جواب

کی زندگی سے زمانہ کے جس قدر شاگرد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ کی اعلیٰ درجہ کی استاذی میں آئے اور آپ کے کالج اور یونیورسٹی میں داخل ہوئے سب کے سب بلا استثناء اس کے امتحان خاص میں فیل ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون گو ساری عمر راتوں کو اور دنوں کو بنفس نفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے رہے۔ مگر امتحان نبوت میں کسی کو بھی پاس نہ کرا سکے۔ اور پھر آپ کا کھولا ہوا کالج اور یونیورسٹی تیرہ سو سال آپ کی استاذی میں یہ کام کرتے رہے۔ مگر ایک بھی شاگرد کامیابی کا منہ نہ دیکھ (اعوذباللہ) حد ہوگئی۔

ہر ایک انسان کی عقل و خرد تعجب سے سوال کرے گی کہ

(۱)۔ امتحان نبوت کا وہ کالج اور یونیورسٹی کہاں گئی؟

(۲)۔ اس بلند مقام استاد کے علم و عقل اور اعلیٰ درجہ استاذی کو کیا ہوا؟

کاروان ختم نبوۃ

مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن ربوہ میں سیرت کانفرنس

رپورٹ: جناب منظور احمد الحسینی

۱۲- ربیع الاول بروز اتوار جامع مسجد ریلوے اسٹیشن ربوہ سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کی دو نشستیں ہوئیں پہلی نشست کا آغاز صبح دس بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا تلاوت قاری محمد اقبال اور حافظ عبد الہادی نے کی۔ اس پہلے اجلاس کی صدارت علاقے کے مشہور راہنما الحاج خضر حیات نے کی، جبکہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض قاری بشیر احمد امام و مدرس جامع مسجد محمدیہ ربوہ نے انجام دیئے جب کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر مولانا محمد اقبال مبلغ سرگودھا، مولانا احمد یار چار یاری مبلغ، مولانا سید ممتاز الحسن گیلانی مبلغ اور مولانا عبد الرؤف چشتی نے خطاب کیا۔ یہ اجلاس ظہر کی اذان تک جاری رہا۔ ظہر کی نماز کے فوری بعد دوسرا اجلاس شروع ہوا اس اجلاس کی صدارت مولانا محمد شریف ناظم اعلیٰ مجلس نے کی اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا محمد یعقوب چنیوٹی نے ادا کئے، اس اجلاس سے مولانا محمد رفیق جامی، مولانا خدا بخش خطیب ربوہ، مولانا امداد الحسن نعمانی اور جناب راحت ملک نے خطاب کیا۔ جناب راحت ملک پہلے قادیانی رہے ہیں ان کی مستقل سکونت ربوہ میں تھی یہ مشہور قادیانی مبلغ مناظر عبد الرحمٰن خادم مصنف "احمدیہ پاکٹ بک" کے چھوٹے بھائی ہیں انہوں نے قادیانیت میں کیا دیکھا اس کے لیے آپ ان کی مشہور کتاب "ربوہ کا مذہبی آمر" پڑھ لیں۔ جو ۲۴۸ صفحے کی ضخیم کتاب بشیر الدین محمود کے گھناؤنے کردار کو جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا قلمبند کیا ہے۔ انہوں نے اپنے پرجوش خطاب میں کہا کہ مرزا طاہر احمد اور قادیانیوں میں اگر کچھ صلاحیت ہے تو وہ مجھے تبلیغ کیوں نہیں کرتے جب کہ میں ایک تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ قادیانی مناظر کا بھائی بھی ہوں۔ انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ جن حقائق کی بنا پر میں نے قادیانیت کو چھوڑا ہے۔ دنیا بھر کے قادیانی مناظر، مبلغ بشمول مرزا طاہر احمد نہیں جھٹلا سکتے۔

آخر میں ۴ بجے یہ عظیم الشان کانفرنس مولانا محمد شریف کی دعا پر ختم ہوئی۔ دعا کے بعد کھانا تقسیم کیا گیا۔ سیرت کمیٹی کے نوجوانوں نے بڑی انتھک کوششوں سے کانفرنس کی کامیابی کے لیے شب و روز محنت کی۔

اکتیسویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ

ہر سال کی طرح امسال بھی چنیوٹ پبلک پارک میں اکتیسویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس بتاریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸- دسمبر ۱۹۸۳ بروز سوموار منگل بدھ منعقد ہوئی جس میں تمام مذہبی مکاتیب کے سرکردہ علماء نے خطاب کیا جب کہ جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن ربوہ میں بھی ایک مبلغ کی ڈیوٹی لگائی گئی تاکہ بھولے بھالے ان مسلمانوں کی رہنمائی کی جا سکے جو قادیانی پورے ملک سے ورغلا کر اپنے سالانہ میلہ دکھانے کے لیے لاتے رہیں۔ جامع مسجد محمدیہ سے اسپیکر کے ذریعے اعلان بھی کیا گیا کہ مسلمانوں کا مرکز یہاں موجود ہے وہ یہاں تشریف لادیں اور اپنے شبہات کا ازالہ کریں اور تمام قادیانیوں کو بشمول مرزا طاہر مناظرے کا چیلنج دیا گیا۔ اس اعلان کا خاطر خواہ اثر

باقی صفحہ [illegible] پر

تحریر:- مولانا محمد اقبال رنگونی ۔ مانچسٹر انگلینڈ ۔

قسط ۳

محبت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک انصاری عورت کی محبت

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ ایک انصاری عورت جس کے بھائی، باپ، اور شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے ہوئے سب شہید ہو گئے تھے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کسی سے پوچھا کہ آپ کے مزاج گرامی کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بخیریت ہیں۔ اس نے کہا الحمد للہ میں انہی کو محبوب رکھتی ہوں مجھے بتلاؤ وہ کہاں پر تشریف رکھتے ہیں تاکہ جمال مبارک کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو منور کر لوں لوگوں نے جگہ بتلائی، وہ آئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگی کل مصيبة بعدك جلل ۔ مطلب یہ ہے کہ آپ زندہ ہیں وصحیح سلامت ہیں تو اب ہر مصیبت آسان ہے۔ (فضل الباری شرح بخاری ۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص۴۷)

دیکھا ایک عورت جس کا دل بھی نرم ہوا کرتا ہے اور اوپر سے باپ بھائی اور شوہر کا غم ۔ باوجود اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کے مقابلے میں ساری محبتیں قربان ہو گئیں ۔ کوتاہ فہم حضرات یہ کہدیں گے کہ یہ عورت غم میں دیوانی ہو گئی تھی اس لیے ایسی بات کہدی ۔ ہرگز نہیں صحابیہ ہرگز دیوانی نہیں ہوئی تھی ۔ محبت کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز تھی اور کہہ رہی تھی ۔

او ست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد او ست فرزانہ کہ فرزانہ نہ شد

یعنی وہ خود ہی دیوانہ ہے جو اس ہستی بابرکت کا دیوانہ نہیں ہوا

ایک اور عورت کی محبتِ رسول ﷺ

مروی ہے کہ ایک عورت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی اور التجا کی کہ میرے لیے قبر انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھول دیجئے تاکہ میں اپنے محبوب کی قبر کو دیکھ کر ہی دل کو سکون دے سکوں اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبر شریف کا دروازہ کھول دیا وہ قبر انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس قدر روئی کہ وہیں پر ہی جان جان آفرین کے سپرد کردی ۔

(مدارج النبوۃ)

سبحان اللہ! ایسی محبت اللہ تعالیٰ ہر کسی کو نصیب فرمائے مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان صرف زبانی دعویٰ نہ کرے بلکہ عملی طور پر بھی زندگی میں انقلاب پیدا کرے تب جا کر عشق حقیقی نصیب ہوگا فارسی شاعر کہتا ہے ۔

دکان عاشقی را بسیار مایہ باید
دلہائے ہمچو آتش چشمہ چوں سود بارے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی محبت

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت

ثوبان رض جنہیں اپنے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی شدید محبت تھی ، آپ گھر میں جاتے تو چین نہ ملتا تو فوراً بارگاہِ نبوت میں آکر جمالِ مبارک پر نظر جما لیتے ۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ ان کا رنگ و روپ اڑا ہوا تھا حالت شکستہ و پراگندہ تھی ۔ چہرے سے اندوہ و غم نمایاں تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ؛ کیا حلیہ بنا رکھا ہے ۔ تمہارا تو رنگ ہی فق ہے ۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد وغیرہ ہے بجز اس کے کہ میں جب جمال جہاں آراء کو نہیں دیکھتا تو متوحش اور پریشان ہو جاتا ہوں ۔ اور شدید وحشت طاری ہو جاتی ہے ۔ جب تک میں حاضر ہو کر جمال مبارک سے فیض یاب نہیں ہو جاتا سکون نہیں پاتا ۔ اس سے پہلے میں آخرت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور ڈر رہا تھا کہ میں وہاں آپ کی کہاں زیارت کر سکوں گا ۔ اس لیے کہ آپ کو تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اعلیٰ مقام پر لے جایا جائے گا اور اگر میں داخل کیا گیا تو ظاہر ہے کہ آپ کا درجہ تو نہیں پا سکتا پھر میں آپ کو کیسے دیکھ سکوں گا ۔ (الخ) کتب تفاسیر ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو تو دیکھئے کہ دنیا میں تو آپ کے دیدار سے لذت ذوق حاصل کرنے کے باوجود آخرت کا غم لگا ہوا تھا کہ کائنات کی یہ عظیم ہستی اس قابل نہیں کہ دنیا میں ہی ان سے محبت کی جائے اور ان کو دیکھا جائے یہ تو وہ بابرکت ہستی ہے جس کے دیدار کی لذت سے دنیا و آخرت دونوں کی چاشنی حاصل کی جائے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن کرنوں سے دنیا و آخرت میں اپنے دلوں کو منور کیا جائے یہ محبت صرف حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ یہ بات تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر تمام صحابہ کرام کو حاصل تھی ۔

حضرت ابوطلحہ رض کی محبت

غزوہ احد میں ابتلاءِ الٰہی نے صحابہ کرام کو مغموم کر دیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میں ذرہ بھر فرق نہ آیا وہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پروانہ وار فدا ہوتے تھے جس طرح غزوہ بدر و دیگر غزوات و مجاہدات میں فدا ہوتے تھے ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک موقع پر گردن اٹھا کر کفار کی جمعیت کو دیکھنا چاہا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش محبت میں بے اختیار پکار اٹھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سر اٹھا کر نہ دیکھئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے کوئی تیر لگ جائے ابھی تو میرا سینہ ... آپ کے سینہ کے لیے سپر ہے ۔ (بخاری شریف)

یاد رکھیئے یہ الفاظ اسی وقت زبان سے ادا ہو سکتے ہیں جب قلب محبتِ رسول سے بھرا ہوا ہو ۔ اگر قلب ہی محبت سے خالی ہو تو پھر زبان سے ہرگز ایسے کلمات نہیں نکلتے ۔

حضرت سعد بن عبادہ رض کی محبت

اسی طرح ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے بدر کی طرف پیش قدمی کی ہے تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا انصار میں سے حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے ؟

والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان
نخیضها البحر لاخضناها ولو امرتنا
ان نضرب اکبادها الی برک الغماد لفعلنا
(مسلم شریف)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر آپ کا فرمان ہو جائے تو ہم دریا میں اسی طرح گھس پڑیں اور آپ کا اگر حکم ہو تو ہم اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرا دیں ۔

جان دینا اسی وقت گوارہ ہوتا ہے جب محبوب کی خوشی معلوم ہو جائے ۔ محبوب کی خاطر ہر شخص وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوتا ہے جو عاشقی کا تقاضا ہے ۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے بھی یہی عرض کی کہ اگر آپ کا حکم ہو جائے تو پھر ہمیں نہ اہل و عیال کی فکر ہے نہ وطن عزیز کی ، نہ جان کی ، ہمیں تو صرف آپ کی خوشی مطلوب ہے ۔ اگر آپ خوش ہیں تو ہمارے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ، ہزاروں جانیں بھی آپ کی محبت میں قربان ہو جائیں تو بھی کم ہے ۔

؎ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت ابوذر غفاریؓ کی محبت

محبت رسول تو وہ دولت ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت آمیز عتاب کا بھی ذکر ہو تو صحابہ کرام اسے مزے لے لے کر ذکر فرمایا کرتے تھے اس لیے کہ صحابہ کرام رازِ محبت سے واقف تھے اور محبت رسول کی یہ اعلیٰ ترین دولت ان حضرات کو نصیب ہوئی تھی ۔ صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار بیان فرمانے پر ایک ہی سوال کرتے ہیں ۔ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وان رغم علی انف ابی ذر ۔ یعنی اے ابوذر تمہارا جی چاہے یا نہ چاہے ایسا ہو کر رہے گا ۔ حضرت ابوذر جب اس حدیث کو بیان کرتے تو ساتھ ہی وہ مبارک الفاظ بھی دہراتے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے ۔ یاد رکھئے حضرت ابوذر کے اس عرض پر ان کو ملامت نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ تو ایک عاشقانہ ادا ہے ۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

گفتگوئے عاشقاں در کار رب جوشش عشق است نے ترک ادب

ادائے عاشقی کو سمجھے بغیر طعن وتشنیع کے گولے نہ برساؤ ۔ یہ تو ایک عشق کا جوش ہے بے ادبی ہرگز نہیں ہے ۔

ایک صحابی کی عجیب محبت

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں کسی مقام پر تشریف لے گئے ۔ وہاں جاکر دیکھا کہ ایک مکان قبہ دار اور ذرا جدید طرز کا تھا آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کس کا مکان ہے ؟ صحابہ کرام نے عرض کیا فلاں (صحابی) کا ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے ۔ دوسرے وقت جب اس گھر کے مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب دے کر) دوسری طرف منہ پھیر لیا ۔ دوسری طرف حاضر ہوئے آپؐ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا ۔ آخر انہوں نے صحابہ کرامؓ سے وجہ دریافت کی کہ آج میرا محبوب مجھ سے کیوں ناراض ہے ؟ آخر کیا بات ہے ؟ انہوں نے کہا کہ اور وجہ تو ہمیں معلوم نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے مکان کو دیکھا تھا اس وقت سے خاموش ہیں ۔ صحابہ کرام نے کوئی قطعی بات نہ کہی کہ تمہارے مکان کی وجہ سے ناراض ہیں ۔ مگر عاشقِ رسولؐ نے صرف اتنے گمان کے جگہ پانے پر فوراً جاکر تمام مکان کو منہدم کر دیا گویا بزبان حال یہ کہہ رہے تھے ؎

ہر چہ از دوست وامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں
ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

یہ ہے عشق اور محبت رسول ، کہ جب صحابہ کرام کو معلوم ہو جاتا کہ میرے آقا اور میرے محبوب کو فلاں کام پسند نہیں تو اس فعل سے کوسوں دور بھاگتے تھے نہ اس بات کی تحقیق کرتے کہ زیادہ ناپسند ہے یا کم ۔ عاشق کا اتنا جان لینا کسی کام سے رکنے کے لیے کافی ہوتا کہ بس یہ چیز میرے محبوب کو پسند نہیں ۔ وہ کبھی یہ تفتیش نہیں کرتا کہ یہ کیوں ناپسند ہے ؟ بڑا گناہ ہے یا چھوٹا ؟ مکروہ ہے یا مباح ؟ وغیرہ وغیرہ ۔

دیکھئے اس صحابی کی محبت کو کہ نہ آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو میرے مکان دیکھنے سے تکلیف ہوتی ہے یا یہ کہ کتنا بڑا مکان بنا سکتا ہوں ؟ یہ سوالات نہیں کئے ۔ بس اتنا معلوم ہو گیا کہ میرے محبوب کو یہ پسند نہیں تو فوراً اس پر اپنی بھی ناپسندیدگی کا اظہار عملاً کر دکھایا ۔

رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ

قادیانیوں کے متعلق جمعیۃ العلماء کا فتویٰ

سوال: حضرت محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کا منکر مرزا غلام احمد قادیانی معہ اپنی جملہ جماعت کے خارج از اسلام ہے یا نہیں اور قادیانی و مسلمان کے درمیان عقد ہو سکتا ہے یا نہیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانی میت کا داخلہ ممنوع و ناجائز ہے یا نہیں۔ خلاصہ ایں کہ اصول اسلام کے مطابق برتاؤ کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بیلزاد توجروا براہ کرم معہ دلائل نقل فرمائیں نوازش ہوگی فقط والسلام

خادم اسلام

ریاض احمد فیض آبادی عفی عنہٗ

(معتمد انجمن درس القرآن ہبلی۔ مورخہ ۲۸ راکتوبر ۱۹۵۶ء)

اسلام میں توحید کے بعد سب سے زیادہ اساسی اور بنیادی عقیدہ ختم نبوت کا عقیدہ ہے جس پر مسلمانوں کے سارے فرقے متحد اور متفق ہیں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے کے معنے یہ ہیں کہ آپ کا دین خاتم الادیان، آپ کی شریعت خاتم الشرائع اور اس شریعت کے عقائد و احکام سب کے سب آخری اور مختتم ہیں۔ نہ اب کوئی نبی آنے والا ہے نہ کوئی خدائی قانون اترنے والا ہے۔ اس لئے یہ دین پچھلے ادیان کے لئے ناسخ ہے اسے کوئی اگلا یا پچھلا دین منسوخ نہیں کر سکتا کہ وہ منسوخ شدہ ہے کیوں کہ کسی چیز کے خاتم اور مختتم ہونے کے معنی اس کے کامل ہو جانے کے ہیں۔ جس میں کمی زیادتی کی گنجائش نہ رہے ورنہ وہ کامل نہیں۔ اس لئے ختم نبوت کے عقیدہ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین مان لینے کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کا دین خاتم الادیان، آپ کی شریعت خاتم الشرائع اور آپ کا لایا ہوا قانون الٰہی خاتم القوانین ہے۔ پس ختم نبوت کا منکر ظاہر ہے کہ اس کا قائل ہے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی بھی آ سکتا ہے اور قانون بھی اتر سکتا ہے اور یہ شریعت منسوخ ہو کر ہمیشہ کے لئے ختم بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں ممکن نہیں ہے کہ ایسا منکر شخص اسلام اور پیغمبر اسلام کا وفادار رہ سکے۔ جب کہ وہ اس عظیم الشان پیغمبر کی صحیح پوزیشن ہی کو تسلیم نہیں کرتا اور مسلمان کو اس کے اصلی معنی میں اسلام ہی نہیں مانتا اس لئے ختم نبوت کا عقیدہ بغیر تسلیم کئے آدمی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اس بناء پر تمام علماء اسلام نے متفق ہو کر اس جماعت (قادیانیوں) کے خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ دیا۔ جو اس بنیادی عقیدے کا کھلے بندوں انکار کرتی ہے۔ اسی بناء پر ابھی ماضی قریب میں پاکستانی پبلک نے اپنی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس جماعت کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔ اور اس ختم نبوت ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں ہزاروں جانیں گئیں۔

قادیانی اور مسلمان کے اس فرق کو خود قادیانی بھی تسلیم کئے ہوئے ہیں ان کی نام نہاد مسجدیں الگ ہیں ان کی نمازیں کسی مسلمان کے پیچھے نہیں ہو سکتیں وہ سب مسلمانوں کو غیر مسلم مانتے ہیں۔ ان کے مقابر الگ ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا مکہ مدینہ بھی الگ ہے۔ وہ مسلمانوں کے مکہ مدینہ میں حج کے لئے نہیں جاتے۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ اور منارہ شرقیہ الگ بنایا ہوا ہے۔ اس لئے وہ خود بھی محسوس کرتے ہیں کہ ان کا دین، ان کا مذہب ان کا نبی مسلمانوں سے الگ ہے اور کسی جہت میں بھی عام مسلمانوں کے ساتھ ان

شرکت نہیں۔

اندریں صورت ـــــ جب کہ قادیانیوں نے اپنی پارٹی پالیٹکس کے سلسلہ میں سب سے پہلے اسلام کے اس اساسی عقیدہ پر ضرب لگائی اور ختم نبوت کا انکار کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانا۔ اور اسلام کے اس بدیہی مسئلہ ختم نبوت کا صاف انکار کر دیا۔ اور اسلام سے الگ ہو کر اپنی ایک مستقل راہ بنالی اس لئے

(۱) قادیانی جماعت مع اپنے بانی اور معہ ان تمام پارٹیوں کے جو مرزا صاحب پر اعتقاد رکھتے ہیں اسلام سے خارج ہیں۔ اور مرتد کے حکم میں ہے۔

(۲) نہ ان سے رشتہ مناکحت جائز ہے نہ رشتہ موانست ومودۃ۔

(۳) نہ انہیں مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا جائز ہے۔

(۴) نہ ان سے وہ معاملات وتعلقات رکھنے جائز ہیں جو مسلمانوں سے رکھے جاسکتے (جاتے) ہیں۔

محمد طیب غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند (۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

(۲) الجواب صحیح۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ
صدر جمعیۃ العلماء ہند وپرنسپل وصدر مدرس
دارالعلوم دیوبند

(۳) یقیناً غلام احمد اور ان کے تمام ماننے والے اپنے ان مسلمہ عقائد کی بناء پر جن پر ان کے مسلک کا مدار ہے، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان سے مسلمانوں جیسا کوئی معاملہ جائز نہیں۔

ابوالوفا شاہجہاں پوری مقیم سورت
(رکن مرکزیہ مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند
ونائب صدر جمعیۃ یوپی (۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

(۴) مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ان مسلمہ عقائد جو ان کی کتابوں میں موجود ہیں اسلام سے خارج اور مرتد ہیں۔ ان کے مریداور تعلق رکھنے والے اور جو لوگ بھی ان کو اُن عقائد باطلہ کے باوجود مسلمان سمجھتے ہیں وہ بھی اسلام سے خارج ہیں۔

محمد قاسم عفا اللہ عنہٗ
جنرل سیکرٹری جمعیت العلماء یوپی (۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

(۵) الجواب حق والحق احق ان یتبع۔

احقر محمد اسماعیل غفرلہٗ
(ناظم جمعیت العلماء ہند)

(۶) الجواب صحیح۔

حبیب الرحمٰن اعظمی (رکن مجلس عاملہ)
(مرکزی جمعیت العلماء ہند، ایم ایل اے یوپی)

(۷) الجواب صحیح۔

سجاد حسین
(صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی)

(۸) الجواب صحیح والمجیب نجیح۔

حمید الدین قمر فاروقی (صدر)
(خادم جمعیت العلماء حیدر آباد دکن)

(۹) الجواب صحیح۔

حکیم اعظمی عفی عنہٗ
(جے پی، آنریری پریذیڈنسی مجسٹریٹ بمبئی
صدر جمعیۃ العلماء بمبئی اسٹیٹ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

(۱۰) الجواب صحیح، بے شک قادیانی معہ اپنی مختلف جماعتوں کے ساتھ اسلام سے خارج ہیں کہ ضروریات دین کے منکر ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ اہم ختم نبوت کا مسئلہ ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ ان سے مناکحت وغیرہ کچھ جائز نہیں۔

سید مہدی حسن
(مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۲ ربیع الاول)

(۱۱) الجواب صحیح۔ میں بھی مفتی مہدی حسن صاحب کی تائید کرتا ہوں کہ قادیانیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محمد حفظ الرحمان
(ایم۔پی۔ ممبر اے آئی سی سی۔ جنرل سیکرٹری
جمعیت علمائے ہند دہلی۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

(۱۲) الجواب صحیح۔

خادم الشرع قاضی محمد حسن مرگھے عفا اللہ عنہٗ
(چیف قاضی شہر بمبئی۔ ۳۱ مارچ ۱۹۵۶ء)

مہر

جس طرح سیاسی جماعتوں کے چند بنیادی اصول ہوتے ہیں۔ اس کے اقرار کے بعد آدمی اس جماعت کا رکن بنتا ہے اس سے روگردانی اور انکار کے بعد جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے چند بنیادی عقیدے اور اصول ہیں جو انہیں تسلیم کرے وہ مسلمان انکار کرے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ختم نبوت وہ ہی بنیادی عقیدہ ہے۔ سیدالانبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت ختم ہوگئی۔ قادیانیوں نے انگریزی حکومت سے ساز باز کر کے اسلام کو تباہ کرنے کے لئے ایک نیا مذہب تصنیف کیا ایک ایسے شخص کو جو غیر آزاد غلام ملک کا رہنے والا تھا۔ (اس وقت تک ہند آزاد نہ ہوا تھا) نام بھی غلام احمد تھا۔ انگریزی حکومت کے اشارے سے نبی بن بیٹھا۔ اس کے ماننے والوں کو قادیانی کہتے ہیں۔ بنیادی مسئلہ اور اصول سے انکار کرنے کے بعد یہ سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ قادیانیوں کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا میں اس مذہبی عقیدہ کی بناء پر کبھی ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ ایک مشورہ میں سیاسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کو دیتا ہوں، قادیانی گروہ چاہے وطن ہندوستان کا دشمن ہے۔ ظفر اللہ خان کا پاکستانی گروہ جب انڈیا کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہا تھا تو ہر ہر قادیانی نے ہندوستان سے بہت سی معلومات ظفراللہ خان کو بہم پہنچائی۔ ہر مسلمان کو سیاسی اعتبار سے بھی ایسے غداران وطن سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ ورنہ خسر الدنیا والآخرہ کے سوا کچھ حاصل ہوگا۔

سید محمد شاہد فاخری غفرلہٗ ایم اے

(سجادہ نشین خانقاہ اجمل الہ آباد۔ ۲۹ مئی ۶۹ء)

یہ سب مجموعہ فتاویٰ خادم نے جمیعۃ العلماء کانفرنس سورت میں ۲۹، ۳۰، اکتوبر ۱۹۵۲ء کو لئے گئے۔ اور سورت کی واپسی پر بمبئی میں ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء قاضی محمد حسن مرگھے کی طرف سے فتویٰ صحت مع دستخط کے دیا گیا خادم اصل استفتاء مع جملہ فتویٰ کی تحریر و دستخط صحت کے ساتھ من وعن نقل کر دیا ہے۔ اطلاعاً عرض ہے اور بخبر نگارندہ بذات خود لگائے ہیں فقط

ریاض احمد عفا اللہ عنہٗ

(مفسر انجمن درس القرآن ۲۸ فروری ۱۹۸ء)

سب سے اچھے سب سے سستے
پاکستان کے نمبر 1
پرزہ جات سائیکل
پی۔سی۔ٹی مارکہ
P.C.T. INDUSTRIES

مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک شعلہ بیان مقرر

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب میانوی

تحریر:- انور سدید

مولانا عبدالرحمان میانویؒ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے بانی اراکین اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جانثار رفقاء میں سے شعلہ بیان خطیب تھے، انگریز اور اس کے حاشیہ نشینوں، نمک خواروں، ملت اسلامیہ کے غداروں، ختم نبوت کے دشمنوں اور انگریز سامراج کے خود کاشتہ پودا (مرزائیت) کے ازلی و ابدی دشمنوں میں سے تھے۔ ساری عمر حق و باطل کے خلاف جہاد میں گزاری۔
مرحوم و مغفور کی آواز میں بادل کی گرج بجلی کی چمک اور تلوار کی کاٹ شامل تھی، جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور مزدوروں کے حقوق کا استحصال کرنے والوں پر برستے تو عجیب کیفیت ہوتی، فتنہ مرزائیت کے خلاف جذبہ حریت تو قافلہ احرار کا مرہون منت تھا۔ ذیل میں حضرت مرحوم کے ایک عزیز جناب انور سدید کا مضمون جو کہ مولانا کی سوانح پر ایک بہترین تجزیہ ہے۔ ہفت روزہ چٹان کے شکریہ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام پسند فرمائیں گے۔ (خادم ختم نبوت محمد اسماعیل شجاع آبادی، بہاولپور)

"آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے"

مولانا عبدالرحمٰن میانوی کی وفات سے قافلہ حرار اسلام کا ایک اور رکن صفحۂ گیتی سے رخصت ہو گیا۔ حضورﷺ نبی اکرمؐ کی ختم نبوت کا ایک اور مبلغ اس دنیا سے رخصتِ سفر باندھ گیا، حضرت امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا معاون، مولانا محمد علی جالندھری کا دوست، قاضی احسان احمد شجاع آبادی کا رفیق، چوہدری افضل حق کا دستِ راست، شورش کاشمیری کا ہمسفر اب اس دنیا میں نہیں، ۲۱ دسمبر ۸۲ء کی دوپہر کو جب وہ نماز ظہر کی تیاری کر رہے تھے تو فرشتۂ اجل پیغام ربانی لے کر آیا، انہوں نے لبیک کہا اور اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آخری وقت ان کے لبوں پر کلمۂ شہادت جاری تھا اور آنکھوں کے سامنے روضۂ نبوی کی تصویر آویزاں تھی۔

مولانا عبدالرحمان میانویؒ کا شمار قافلہ احرار کے ان رہنماؤں میں ہوتا ہے، جن کی رگوں میں حب نبوی خون بن کر دوڑ رہی تھی۔ سیاست آرائی ان کا مزاج نہیں تھا۔ لیکن انگریز دشمنی ان کی فطرت کا حصہ تھی۔ چنانچہ جب مجلس احرار نے آزادیٔ وطن کی تحریک میں سرگرم حصہ لینا شروع کیا تو مولانا عبدالرحمان میانوی کا قدم اس جماعت کے ساتھ ہم آہنگ ہو گیا۔ اور وہ مسلسل آگے بڑھتے چلے گئے۔

حضرت امیر شریعت فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عبدالرحمان میانوی کو اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا ہے، حضرت میانوی کی مجلس احرار میں شمولیت سیاست کا تقاضا نہیں بلکہ امیر شریعت کی دعا کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی جوانی اس جماعت کے مقاصدِ دینی کی نظر کر دی۔

کراچی سے پشاور اور پشاور سے پانڈی چری تک برصغیر کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جہاں حضرت میانوی نے کلمۂ حق اور پیغام رسالت نہ پہنچایا ہو، وہ ایک غریب گھرانے کے فرد تھے۔ ان مرزبوم ایک گمنام سا قصبہ تھا لیکن نبی اکرمؐ کی ختم نبوت کا علم تھا، تو ان کی کایا پلٹ گئی اور مولانا میانوی اس قافلے کے پرجوش

اراکین میں شامل ہونے لگے جو مرزائیت کا قلع قمع کرنے اور حضرت رسالت مآب کی تعلیمات کی روشنی پھیلانے کے لئے برصغیر میں سرگرم سفر تھا، یہی ان کا ناز سفر تھا، اس توشۂ آخرت کو ساتھ لے کر انہوں نے جام ابدی ہونٹوں سے لگا لیا۔

مولانا عبدالرحمٰن میانوی یکم جنوری ۱۹۱۰ء کو ضلع سرگودھا کے ایک معروف قصبہ میانی میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ دریائے جہلم کی آبی گزرگاہ پر واقع ہے۔ اور کسی زمانہ میں کھیوڑہ کے نمک کی ترسیل کی بہت بڑی منڈی تھا۔ حضرت میانوی نے ہوش سنبھالا تو اس شہر کی تجارتی اہمیت ختم ہو چکی تھی۔ ان کے والد مولوی فضل الدین مرحوم نے مسجد جہانگیر شاہ میں مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ وہ بظاہر طالبانِ حق کو دینی تعلیم دیتے تھے لیکن درپردہ انگریزوں کے خلاف ہمیشہ مہم جوئی میں مصروف رہتے۔

کہا جاتا ہے کہ سید احمد شہید بریلوی کی تحریک کے باقیات الصالحات میں سے لوگ ان کے پاس آتے اور مہینوں قیام کرتے۔ اس ماحول میں مولانا میانوی کو بچپن ہی میں تاریخ ہند کا مطالعہ مسلمانوں کے زوال کی روشنی میں کرنے کا موقع ملا، ذرا بڑے ہوئے تو دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے دیوبند تشریف لے گئے۔ اور حضرت حسین احمد مدنی کے زیرک اور سعادت مند شاگردوں میں شمار ہونے لگے، تکمیل تعلیم کے بعد واپس آئے تو مولانا ظہور احمد بگوی کی حزب اسلام میں

اپنی گرفتاری پر انھوں نے رہائی کے لئے وکلاء کی مدد لینے سے انکار کر دیا۔

شامل ہوگئے، اور بھیرہ میں دینی تعلیم دینے لگے۔

مولانا عبدالرحمان میانوی بے حد خوش الحان تھے۔ کہتے ہیں کہ اذان فجر سے پہلے جب وہ اپنی مخصوص آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو ان کی آواز رات کے سکوت میں گونج اٹھتی اور اذان سے پہلے ہی مسجد نمازیوں سے بھر جاتی۔ مولانا کے جلسوں میں کئی غیر مسلم صرف ان کے لحن کو سننے کے لئے آتے تھے، ایک دفعہ سرگودھا کے ایک رفیق احرار بھیرہ آئے، اور مولانا میانوی کی تقریر سنی تو اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی بیٹی کی شادی ان سے کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی کو رفیق احرار مولوی کرم دین صاحب کے ارادے کا علم ہوا تو اس تجویز کو پسند فرمایا اور یوں معزز الذکر کی بیٹی عائشہ خاتون مولانا عبدالرحمٰن میانوی کے حبالۂ عقد میں دے دی گئی۔

اس عفیفہ سے مولانا میانوی کی صرف ایک بیٹی پیدا ہوئی، جو اب خود بھی عیالدار ہے، مولانا کی ازدواجی زندگی بے حد خوشگوار تھی لیکن عائشہ خاتون کی عمر نے وفا نہ کی، اور وہ عین عالم جوانی میں وفات پا گئیں، حضرت میانوی کو کئی لوگوں نے دوسری شادی کرنے پر مائل کیا، لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے ہمیشہ فرماتے:

شادی میری تبلیغی سرگرمیوں میں مانع ہوگی، سنتِ نبوی ایک دفعہ ادا کرنی تھی۔ وہ ادا کر چکا۔ اب میرا نصب العین صرف اسلام کی تبلیغ ہے۔"

مولانا عبدالرحمان میانوی نے اپنے اس نصب العین کو آخری وقت تک نبھایا۔

مولانا عبدالرحمٰن میانوی بے حد شعلہ آشام مقرر تھے۔ امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری نے ان کی تقریر سنی تو انہوں نے مولانا ظہور احمد بگوی سے انہیں مانگ لیا۔ اور پھر ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ برصغیر کی مختلف اطراف سے طالبان حق امیر شریعت کو دعوت اسلام کے لئے بلاتے تو وہ اپنی جگہ مولانا میانوی کو بھیج دیتے۔ اور فرماتے۔ یہ میرا ہی مثیل ہے۔

کسی علاقے سے حضرت میانوی دورہ کر کے آتے تو امیر شریعت وہاں جانے سے انکار کر دیتے۔ اور فرماتے "عبدالرحمٰن میانوی میرے آقائے نامدار کا پیغام آپ تک پہنچا گئے ہیں۔ اس پر عمل کریں، میں پھر کبھی آؤں گا"۔

مولانا عبدالرحمان میانوی کو ایک عرصے تک انگریزی حکومت نے شعلہ بیانی کے باوجود گرفتار نہ کیا تو وہ بے حد مضطرب ہو گئے۔ دوسری جنگ عظیم اپنے شباب پر تھی اور انگریزوں کو ہر محاذ پر شکست ہو رہی تھی۔ ادھر برصغیر میں [illegible] کے دہانے پر رکھنے کے لئے نوجوانوں کی بھرتی جاری تھی اور اس کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ اس زمانے میں جنگی چندہ جمع کرنے کی مہم چلی اور اس مہم کو تیز کرنے کے لئے مظفر گڑھ میں ایک ہندو عورت اور ایک مسلمان مرد کے دنگل کا انتظام بھی کیا گیا۔

مولانا عبدالرحمان میانوی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور مظفر گڑھ میں فوجی بھرتی اور دنگل کے خلاف ایک دھواں دھار تقریر شارع عام پر کر دی۔ مولانا کی آرزو بھر آئی۔ اور اگلے ہی روز ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ اور یوں ان کو گرفتار کر کے مظفر گڑھ جیل بھیج دیا گیا۔

مولانا کی وکالت کے لئے مظفر گڑھ کے سرکردہ وکلاء نے اپنی کمیٹی ترتیب دی. لیکن مولانا نے ان کی مدد لینے سے انکار کر دیا، چنانچہ انہیں سات سال کی بامشقت سزا سنا دی گئی.

ایک روز مولانا میانوی جیل میں قرآن حکیم خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے کہ جیل کا انگریز سپرنٹنڈنٹ ان کی آواز سن کر آگیا. پوچھا "کیا پڑھتا ہے؟" مولانا میانوی نے فرمایا "قرآن حکیم"۔ انگریز نے پوچھا اس میں ہمارے خلاف تو نہیں لکھا؟ مولانا نے فرمایا "یہ سب آپ کے خلاف ہے۔" انگریز بولا، اس کا پڑھنا جرم ہے۔ تمہاری قید کا پیریڈ بڑھ جائے گا، مولانا میانوی نے سنا تو ان کے تیور بدل گئے۔ اور انہوں نے مزید اونچی آواز میں قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ آواز سن کر اطراف و جوانب کے تمام قیدی ان کے کمرے کے گرد جمع ہو گئے.

حب نبوی ان کی رگوں میں لہو کی طرح گردش کرتی تھی

انگریز جیلر نے اسی میں عافیت سمجھی کہ وہاں سے کھسک جائے، چنانچہ مولانا میانوی کی قرآن خوانی کا معمول جاری رہا. اور یوں جیل میں بھی ان کی تبلیغ کا فرض پورا ہوتا رہا.

اسی زمانے کی بات ہے کہ ایک ہندو ملزم نے انہیں جیل سے فرار ہونے کا مشورہ دیا. یہ سن کر مولانا میانوی آگ بگولہ ہو گئے اور فرمایا.

"جیل تو میں نے خوشی سے قبول کی ہے. میں سامنے کے دروازے سے آیا ہوں اور میعاد پوری ہونے کے بعد اسی راستے سے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر لگاتا ہوا جاؤں گا."

یہ بات کسی طرح انگریز سپرنٹنڈنٹ تک پہنچ گئی. وہ اس بات پر تو خوش ہوا کہ مولانا میانوی نے جیل سے فرار کی تدبیر میں معاونت نہیں کی، لیکن درحقیقت وہ اس بات پر طول تھا کہ اس کی سازش ناکام ہو گئی تھی. اور مولانا میانوی نے جیل کو ہی اپنا گھر بنا لیا تھا، چنانچہ اس نے دریافت کیا.

آپ جیل میں خوش ہیں؟

مولانا نے جواب دیا "میرے آقا کی یہی مرضی ہے تو میں ناخوش بھی نہیں ہوں."

انگریز نے دریافت کیا "آخر آپ چاہتے کیا ہیں!"

مولانا میانوی نے جواب دیا.

"آپ میرا ملک چھوڑ دیں. میں آپ کی جیل چھوڑ دوں گا."

یہ سن کر انگریز سپرنٹنڈنٹ واپس چلا گیا.

جن دنوں مولانا عبدالرحمٰن میانوی کے مقدمے کی سماعت ہو رہی تھی مولانا پر عجیب کیفیت طاری تھی، عدالت میں جاتے تو نیا لباس پہنتے اور کلف دار طرّہ بلند کرتے، مجسٹریٹ نے ایک دن طیش میں آ کر کہا؟

"مولوی صاحب آپ طرّہ بلند کر کیوں آتے ہیں؟ عدالت میں جھک کر آیا کیجئے!"

مولانا میانوی پر جلال کی کیفیت طاری ہو گئی، غصے میں فرمایا "مجسٹریٹ صاحب آپ اپنا کام جاری رکھیں میرا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا ہے."

مولانا کو سزا سنائی گئی تو انہوں نے اپیل کرنے سے انکار کر دیا لیکن ایک ہندو وکیل رام لال دھون مشرف بہ اسلام ہو گیا تو انہوں نے اس کی درخواست رد نہ کی اور صرف اپیل کاغذات پر دستخط کر کے وکیل کے حوالے کر دیئے. لیکن اپیل دائر ہونے سے پہلے ہی انگریزی حکومت نے مقدمہ واپس لے لیا اور مولانا میانوی جیل سے رہا ہو کر دوبارہ تبلیغ حق میں مصروف ہو گئے.

تخلیق پاکستان کے بعد حضرت امیر شریعت نے ملتان کو اپنا آستانہ بنایا. تو مولانا عبدالرحمٰن میانوی بھی ان کے ساتھ ہی ملتان آ گئے. وہ مجلس ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے. اور ملتان سے تبلیغی جلوس کا انتظام و انصرام ان کے ہاتھ میں تھا، جبکہ وطن کے رفیقان احرار انہیں ہر جمعہ کے خطبہ کے لئے مدعو کرتے اور وہ کئی سالوں تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے. آخری عمر میں ان کا ارادہ تھا کہ اپنی سوانح لکھیں گے. لیکن طویل علالت نے اعضا کو شل کر دیا تھا. اس لئے وہ اپنی اس خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکے.

مولانا عبدالرحمٰن میانوی کی زندگی بہت سادہ تھی. وہ عملی طور پر ایک گلیم پوش درویش تھے. میں نے دو جوڑوں سے زیادہ ان کے پاس کبھی کپڑے

انھوں نے جیل کو اپنا گھر بنا لیا تھا۔

باقی صفحہ ۲۳ پر

نماز کی عظمت و اہمیت اور اس کا امتیاز

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

حضرات انبیاء علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، کمالات و احسانات اور اس کی تقدیس و توحید کے بارے میں جو کچھ بتلاتے ہیں اس کو مان لینے اور اُس پر ایمان لے آنے کا پہلا قدرتی اور بالکل فطری تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے حضور میں اپنی عبدیت و بندگی محبت و شیفتگی اور محتاجی و دریوزہ گری کا اظہار کر کے اُس کا قرب اور اُس کی رحمت و رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کی یاد سے اپنے قلب و رُوح کے لئے نور اور سرور کا سرمایہ حاصل کرے۔ نماز کا اصل موضوع دراصل یہی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نماز اس مقصد کے حصول کا بہترین وسیلہ ہے۔ اسی لئے ہر نبی کی تعلیم میں اور ہر آسمانی شریعت میں ایمان کے بعد پہلا حکم نماز ہی کا رہا ہے۔ اور اسی لئے اللہ کی نازل کی ہوئی آخری شریعت (شریعتِ محمدیؐ) میں نماز کے شرائط و ارکان اور سنن و آداب اور اسی طرح اُس کے مُفسِدات و مکروہات وغیرہ کے بیان کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے اور اُس کو اتنی اہمیت دی گئی ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری طاعت و عبادت کو بھی نہیں دی گئی ——

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغۃ میں نماز کا بیان شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اعلم ان الصلوٰۃ اعظم العبادات شاناً و اوضحها برهاناً واشهرها. فی الناس وانفعها فی النفس ولذالك اعتنیٰ الشارع ببیان فضلها وتعیین اوقاتها وشروطها وارکانها وآدابها ورخصها ونوافلها اعتناءً عظیماً لم یفعل فی سائر انواع الطاعات وجعلها من اعظم شعائر الدین. (ص۱۸۶)

یعنی —— نماز اپنی عظمتِ شان اور مقتضائے عقل و فطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز رکھتی ہے، اور خدا شناس و خدا پرست انسانوں میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور نفس کے تزکیہ اور تربیت کے لئے سب سے زیادہ نفع مند ہے، اور اسی لئے شریعت نے اُس کی فضیلت، اُس کے اوقات کی تعیین و تحدید اور اُس کے شرائط و ارکان اور آداب و نوافل اور اُس کی رخصتوں کے بیان کا وہ اہتمام کیا ہے جو عبادات و طاعت کی کسی دوسری قسم کے لئے نہیں کیا اور انہی خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے۔

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر نماز کے اجزاءِ اصلیہ اور اُس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"واصل الصلوٰۃ ثلٰثۃ اشیاء ان یخشع القلب عند ملاحظۃ جلال اللہ وعظمتہ ویعبر اللسان عن تلك العظمۃ و ذالك الخضوع بافصح عبارۃ وان یودب الجوارح حسب ذالك الخضوع۔"

یعنی —— نماز کے اصل عناصر تین ہیں، ایک یہ کہ قلب اللہ تعالیٰ کی لاانتہا عظمت و جلال کے دھیان سے سرافگندہ ہو، اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و سرافگندگی کو بہتر سے

بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے ادا کرے، اور تیسرے یہ کہ باقی تمام ظاہری اعضاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عاجزی و بندگی کی شہادت کے لئے استعمال کرے ـــــ پھر اسی سلسلۂ کلام میں چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:۔

"اما الصلوٰة فهي المعجون المركب من الفكر المعروف تلقاء عظمة الله........ و من الادعية المبينة اخلاص عمله لله و توجيهه وجهه تلقاء الله وقصره الا ستعانة في الله ومن افعال تعظيمية كالسجود والركوع ليصير كل واحد عنده الآخر ومكمله والمنبه عليه"

یعنی ـــــ نماز کی حقیقت تین اجزاء سے مرکب ہے: ایک اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا تفکر و استحضار، دوسرے چند ایسی دعائیں اور ایسے اذکار جن سے یہ بات ظاہر ہو کہ بندہ کی بندگی اور اس کے اعمال خالص اللہ کے لئے ہیں، اور وہ اپنا رُخ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کر چکا ہے، اور اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد چاہتا ہے، اور تیسرے چند تعظیمی افعال جیسے رکوع، سجدہ وغیرہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا اور اس کی طرف دعوت و ترغیب کا ذریعہ بنا رہتا ہے ـــــ آگے فرماتے ہیں:۔

والصلوٰة معراج المؤمنين معدة للتجليات الأخروية........ وسبب عظيم لمحبة الله ورحمته .... واذا تمكنت من العبد اضمحل في نور الله وكفرت عنه خطاياه........ ولا شيء انفع من سوء المعرفة منها اذا فعلت افعالها واتى الها على حضور القلب والنية الصالحة .... واذ جعلت رسماً مشهوراً نفعت من غوائل الرسوم نفعاً بيناً وصارت شعاراً للمسلم يتميز به من الكافر..... ..... ولا شيء في تمرين النفس على انقياد الطبيعة للعقل وجريانها في حكمة مثل الصلوٰة ـــــ ص ۲۰۰ ، جلد (۱)۔

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحبؒ نے نماز کی مندرجہ ذیل چند خصوصیات اور تاثیرات بیان کی ہیں، اوّلؔ یہ کہ وہ اہل ایمان کی معراج ہے اور آخرت میں تجلیات الٰہی کے جو نظارے اہل ایمان کو نصیب ہونے والے ہیں، اُن کی استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کا وہ خاص ذریعہ ہے۔ دومؔ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت و رحمت کے حصول کا وسیلہ ہے ـــــ سومؔ یہ کہ نماز کی حقیقت جب کسی بندہ کو حاصل ہو جاتی ہے، اور اس کی رُوح پر نماز کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ نورِ الٰہی کی موجوں میں ڈوب کر گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے (جیسے کہ کوئی میلی کچیلی چیز دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک صاف ہو جاتی ہے، یا جیسے لوہا آگ کی بھٹی میں رکھ کر صاف کیا جاتا ہے) ـــــ چہارمؔ یہ کہ نماز جب حضورِ قلب اور صادق نیت کے ساتھ پڑھی جائے تو غفلت اور بُرے خیالات و وساوس کے ازالہ کی وہ بہترین اور بے مثل دوا ہے ـــــ پنجمؔ یہ کہ نماز کو جب پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک معروف و مقرر رسم اور عمومی وظیفہ بنا دیا گیا تو اس کی وجہ سے کفر و شرک اور فسق و ضلال کی بہت سی تباہ کن رسُوم سے حفاظت کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کا وہ ایک ایسا امتیازی شعار اور دینی نشان بن گیا، جس سے کافر اور مسلم کو پہچانا جا سکتا ہے ـــــ ششمؔ یہ کہ طبیعت کو عقل کی رہنمائی کا پابند اور اس کا تابع فرمان بنانے کی مشق کا بہترین ذریعہ یہی نماز کا نظام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی یہ تمام خصوصیات و تاثیرات رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مختلف ارشادات سے اخذ کی ہیں، اور ہر ایک کا حوالہ بھی دیا ہے، لیکن چونکہ وہ پوری پوری حدیثیں آگے اپنی اپنی جگہ پر آنے والی ہیں اس لئے ہم نے شاہ صاحبؒ کے حوالوں کو اس عبارت سے حذف کر دیا ہے۔

نماز کی عظمت و اہمیت اور اس کے امتیاز کے بارے میں جو کچھ مذکورۂ بالا اقتباسات میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ہم اس کو بالکل کافی سمجھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں ـــــ اب ناظرین کرام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کو ذہن میں رکھ کر نماز سے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات پڑھیں:۔

نماز ترک کرنا ایمان کے منافی اور کافرانہ عمل ہے

(۱) عن جابرٍ قال قال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین العبد وبین الکفر ترک الصلٰوۃ ——— رواہ مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔

(صحیح مسلم)

تشریح — مطلب یہ ہے کہ نماز دین اسلام کا ایسا شعار ہے، اور حقیقت ایمان سے اس کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ اس کو چھوڑ دینے کے بعد آدمی گویا کفر کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے۔

(۲) عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العھد الذی بیننا وبینھم ترک الصلٰوۃ فمن ترکھا فقد کفر ———

——— رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے درمیان نماز کا عہد و میثاق ہے، (یعنی ہر اسلام لانے والے سے ہم نماز کا عہد لیتے ہیں جو ایمان کی خاص نشانی اور اسلام کا شعار ہے) پس جو کوئی نماز چھوڑ دے تو گویا اُس نے اسلام کی راہ چھوڑ کے کافرانہ طریقہ اختیار کر لیا۔

بقیہ: مولانا میانوی رح

نہیں دیکھے، کبھی ہمارے گھر تشریف لاتے، تو کھانے میں تکلف سے ہمیشہ منع کرتے اور اکثر اوقات تو روکھی سوکھی روٹی اچار کے ساتھ ہی نوش جان کر لیتے میں نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ آپ مجلس احرار میں سے کن نوجوانوں سے متاثر ہیں! فرمایا، مجلس احرار نے جو جانثار پیدا کئے ہیں، ان میں سے ہر نوجوان اپنی مثال آپ ہے۔ مگر جو ایثار اور قربانی شورش کاشمیری نے دی ہے۔ وہ سب نوجوانوں کے ایثار پہ بھاری ہے"!

یہ کہہ کر شورش کاشمیری کی استقامت، خطابت استقلال کا ذکر چھڑ گیا اور پھر گویا دبستان کھل گیا۔ فرمانے لگے۔

"ایہہ لعل ہٹیاں تے نہیں وکدے"!

مولانا عبدالرحمٰن اپنی زندگی کے آخری دور میں اپنے چھوٹے بھائی (جو میرے بہنوئی ہیں) محمد اشرف میانوی کے پاس کراچی تشریف لے گئے تھے انہیں گیس کی تکلیف تھی۔ زندگی کے آخری دس سال انہوں نے اس تکلیف دہ بیماری میں گزارے، مجلس ختم نبوت ملتان کے اراکین اس تمام عرصے میں ان کی عیادت کے لئے آتے رہے۔ اور بالاصرار انہیں واپس ملتان چلنے کے لئے کہتے۔

لیکن مولانا مرحوم کو احساس ہو گیا تھا کہ اب قویٰ ضعیف ہو گئے ہیں اور عناصر میں اعتدال نہیں رہا۔ لہٰذا انہوں نے کراچی سے رخصت سفر باندھنا مناسب نہ سمجھا، کراچی میں انہیں جامع مسجد بہار کالونی میں قاری رعایت اللہ کی صحبت حاصل تھی، کبھی لیٹے لیٹے تھک جاتے تو اٹھ کر قاری صاحب کے پاس چلے جاتے۔ اور ذکرِ حبیب سے اپنا سینہ روشن کر لیتے، گھر آتے تو بچوں کو جمع کر لیتے اور انہیں قرآن و حدیث کے درس دینے لگتے، لہٰذا بالآخر وہیں سے آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ کمال اطمینان کے ساتھ، مکمل سکون قلب لئے ہوئے۔

پچھلے دنوں رسالہ نگار اور نیاز فتح پوری کی یادگار تقریب میں شرکت کے لئے کراچی گیا تو مولانا میانوی مرحوم کے مزار پر حاضری دی، دیکھا کہ مولانا اطمینان و سکون کی نہایت سمیٹے ایک تودہ خاک کے نیچے لیٹے ہوئے ہیں اطراف و جوانب میں طیور خوش الحانی سے نغمے گا رہے ہیں، میں نے دعائے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھائے، آنکھوں سے آنسو بے اختیار چھلک پڑے۔ لیکن ان آنسوؤں میں غم کا شائبہ نہیں تھا کہ مولانا نے تبلیغ حق کا فریضہ عمر بھر ادا کیا۔ اسلام کا پیغام قریہ قریہ پہنچایا۔ اور اب قافلۂ احرار کے رہنماؤں کے ساتھ وہ بھی عرش نشین تھے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

WEEKLY **Khatme-Nubbuwat** KARACHI
فون نمبر ۷۱۶۷۱۷
Registered S. No. 3220

سراپائے مرزا

بڑے کذاب ہیں یہ قادیانی / بدل لیتے ہیں آیات قرآنی
غلام احمد کا عقد آسمانی / کیا ہے نظر بد کی ترجمانی
کہ حالِ چشم مرزا بھی وہی ہے / جو ہے دجال کی اک آنکھ کانی
مسیحا کو لگے قے دست، توبہ / نبی جی پر بلائے آسمانی!
کبھی بیوی کبھی بیٹا خدا کا / عجب مرزا کی ہے یہ بد زبانی
سدا بادہ کشی افیون خوری / بڑی رنگین تھی مرزا کی جوانی
سمجھ کر گڑ جو ڈھیلوں کا تناول / یہ مجنوں پن یہ وحشی زندگانی
کہ رونا نوجواں کا چھوڑ دیئے گا / بنا لیتا ہے اپنا دانا پانی

یہ کوئی طنز کی باتیں نہیں ہیں
قدیرؔ عین حقیقت ہے بیانی

سلطان قدیر